

جناب ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم صاحب

نبوی اساسیات تعلیم

سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت شخصیت کا ہر پہلو تابناک، روشن اور کاسات کے ہر ذی شعور کے لئے تابہ ابداسوہ کمال ہی نہیں، بلکہ نجات و فلاح کا معیار اور محور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور معمولات میں اولیت تعلیم و تعلیم کو ہی حاصل رہی۔ غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی اولین الہامی ہدایت بھی ”اقرا“ ہی ہے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے معلم کی حیثیت کا انتخاب کیا اور فرمایا: ”انما بعثت معلما“ اللہ عزوجل نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مقصد تعلیم، تزکیہ اور تظہیر ہی متعین فرمایا: ”ويزكهم ويعلمهم الكتاب والحكمة“ (۱) بلاشبہ یہ بہت بڑی حقیقت ہے کہ اسلام نے ہی علم کی ضرورت کو محسوس کیا، اس کی ترویج و اشاعت کے لئے اقدامات کئے۔ اس کی تحصیل کو لازم ٹھہرایا اور اس کے معلم و معلم کا وقار بڑھایا۔ اسلام نے ہی علم کے نور کو عام کیا اور ہر سو روشنی کے سوتے پھوٹے۔ اسلام سے قبل دنیا میں یونان، روم، ہند، چین، مصر اور بائبل جیسے مراکز علم تھے مگر خرافات و توہمات، سحر و طلسم پر مبنی اخلاقیات کے بے عمل دعویٰ داری کہیں محض فلسفہ اور کہیں الہیات، ہیئت اور طلب تک محدود، ملک گیری اور انسانوں کو غلام بنانا ہی علم کا مقصود تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس علم تک صرف دولت مندوں اور خواص کی رسائی تھی، عوام کے لئے اس کے دروازے بند تھے۔ پھر ایک دور ایسا ہی آیا جب مسیحیت نے اپنے پندرہ سولہ سو سالہ دور عروج میں جہالت کو فوجیت دی اور ہر اس چیز کو تاراج کر دیا جس سے علم کی ذرا بھی کرن پھوٹی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منصب نبوت عطا ہونے کے اعلان کے بعد پہلا بنیادی کام جو کیا وہ ایک درس گاہ کی تشکیل تھا۔ مکہ میں بنو مخزوم کے معزز سردار حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ پہلی اسلامی درس گاہ اور تعلیمی ادارہ کے طور پر ”دار ارقم“ کے نام سے تاریخ کا بنیادی حصہ قرار پایا۔ دار ارقم ہی وہ مرکز تعلیم و تعلیم تھا جہاں سے ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم المرتبی معلم کی براہ راست نگرانی میں ہوا اور

انہی متعلمین نے پھر دنیا کی امامت و قیادت کے علاوہ علم و عمل کی روشنیوں کو برسوں بکھیرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض علم حاصل کر لینے کا ہی حکم نہیں فرمایا، بلکہ اس کی ترویج و اشاعت کی ذمہ داری بھی ہر معلم و متعلم پر عائد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بلغوا عنی ولو آتية“ (مجد سے حاصل ہونے والی خواہ ایک ہی آیت ہو۔) (ہر خاص و عام تک) (پہنچا دو) سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل علم کو کسی زمان و مکان کا تابع بھی نہیں بنایا بلکہ مدد سے لے کر تک اس کو حاصل کرنے کی ترغیب دی اور یہ عقین فرمائی کہ شعور کی آنکھ کھولنے کے بعد حیات دنیاوی کے اختتام تک زندگی کا ہر لمحہ تحصیل علم میں بسر ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد خداوندی کے مطابق ہمیشہ یہ دعا بھی فرماتے رہتے: ”رب زدنی علما“ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون عالم تھا اور ہوگا؟ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد مدینہ طیبہ میں پہلے معرکہ حق و باطل غزوہ بدر میں کامیابی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور اہل اسلام کی دیگر تمام ضروریات پر تحصیل علم فوقیت دی اور مسلمانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا اسیران بدر کی رہائی کا فدیہ قرار دیا۔ نبوی اسالیات تعلیم کا اولین نکتہ یہ تھا کہ علم کامل صرف اللہ عزوجل کو ہی حاصل ہے۔ ”فوق کل ذی علم علیم“ (۲) یعنی ہر صاحب دانش و بینش پر ایک ذات بالا و برتر اور کامل علم کی حامل موجود ہے۔ اس نظریہ کی پاسداری انسان کو علمی تکبر اور برتری میں مبتلا ہونے اور خود کو عقل کل سمجھنے سے روکتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ”العلم عند اللہ“ (اصل علم تو اللہ ہی کے پاس ہے گویا علم کی اصل بنیاد تو فقط وہی ہے۔ جس کا رابطہ و تعلق علم الہی سے ہو۔ اور اسی رابطہ میں مربوط علم اور اس کی فروعات ہی معتبر و موقع ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید تعلیم دی کہ علم اللہ اصل ہے بلکہ وہ لا محدود اور ہر چیز پر محیط و وسیع ہے۔ ”وسع ری کل شئی علما“ (۳) صدیوں پر محیط انسان کا علمی عروج اور عرفان سب محدود اور نامکمل ہے۔ اصل عالم تو اللہ کی ذات والا صفات ہی ہے۔ اللہ کا علم نہ صرف ظاہر تک ہے بلکہ زمین و آسمان کے باطن اور انسان کے سینوں میں چھپے راز، کائنات کی نظر آنے اور آنے والی حقیقتیں سب اس کے حیطہ قدرت و ادراک میں ہیں: ”یعلم سرکم و جہرکم“ (۴) ”یعلم ما فی السموات وما فی الارض“ (۵) اور نکتہ آخر یہ سمجھایا گیا: ”واللہ یعلم وانتم لاتعلمون“ (۶) علم کا سرچشمہ، مرکز اور منبع فقط ذات الہی ہے۔ کائنات کا سارا علم اسی کے علم کی چند کرنیں ہیں۔ کائنات اور اہل کائنات کا سارا علم اس کے وسیع اور لا محدود علم کے سامنے بے وقعت ہے اور اصلی علم تو وہی ہے جو اس کے تابع اور زیر اثر ہو، اس کے علاوہ باقی

سب جہالت اور نادانی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام تعلیم کی دوسری اساس اور نظریہ جو نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا بلکہ اپنے معلومات تعلیم کے لئے اپنایا وہ یہ تھا کہ علم وہی مجتہد ہے جو نافع ہو اور اس کا مقصود اعلیٰ و ارفع ہو، وہ علم جو حاصل کیا جائے، محض ورق کتاب تک ہی محدود نہ رہے، بلکہ اس کا ظہور اور افاق حیات پر بھی ہونا چاہیئے۔ علم نافع کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ دعا سکھائی: ”اللهم انی اسألك علما نافعا“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم کو جس سے فائدہ نہ پہنچے ایسے خزانہ سے تشبیہ دی ہے، جسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔ ”مثل علم لا ینتفع به کمثل کنز لا ینفق منه فی سبیل اللہ“

(حدیث) مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی جو نفع نہ پہنچائے، ”اللهم انی اعوذ بک من علم لا ینتفع“ نبوی اساسیات تعلیم میں عیسوی اور اہم چیز، حاصل کردہ علم پر عمل کرنا ہے۔ قرآن مجید نے عالم بے عمل کو اس گدھے سے تشبیہ دی ہے جس کی پیٹھ پر بڑی بڑی کتابوں کا بوجھ لدا ہو: ”کمثل الحمار یحمل اسفارا“ (۷)۔

ایسا عالم اس چراغ سے مماثل قرار دیا گیا ہے جس کی روشنی خود اس کی شب تاریک میں سحر نہ کر سکے۔ ایسا علم جس سے نہ تو خود آشنائی حاصل ہو، نہ کائنات میں موجود مظاہر قدرت کا مشاہدہ۔ لہٰذا عرفان رب حاصل ہو، ایسا علم جو انسانیت کی فلاح و بہبود اور اصلاح و رہنمائی کی بجائے ظلمات و گمراہی تباہی و بربادی، ظلم و جبر اور ناانصافی کا سبب بنے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی ترجیحات و اساسیات میں ”جہالت“ کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم کے حصول کی تلقین و ہدایت فرمائی اور اس میں اضافہ کی دعا فرمائی جو فلاح و نجات اور ہدایت و نفع کا موجب ہے اور عارضی زندگی کے مقابلے میں حیات ابدی کے لئے زاد راہ ثابت ہو۔ ان عین اساسی نظریات تعلیم کو اختیار اور ان کی تعلیم دینے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام تعلیم ترتیب دیا اور اسوہ عمل عطا فرمایا، وہ یہ تھا کہ سب سے پہلے بلا تفریق جنس، نسل اور عمر ہر مسلمان پر حصول علم فرض قرار دیا، ارشاد فرمایا: ”طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم“ (حدیث) معلم کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم سعادت کی خوشخبری دی کہ:

”من سلك طریقاً یلتمس فیہ علماً سهل اللہ لہ بہ طریقاً الی الجنة“

جو حصول علم کے راستے پر چلا، اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ بلکہ بے شمار برکتوں اور سعادتوں سے مصطفیان علم کو نوازا۔

طالبان علم کے لئے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ وہ اہل علم کی قدر کریں، عزت و توقیر سے پیش

ان کے ساتھ عاجزی و انکساری کا اظہار کریں اور جو علم حاصل ہو اس پر عمل کے ساتھ اس کی اشاعت کا بھی اہتمام کریں۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ: ”علم ضائع ہو جاتا ہے اگر عالم کی قدر نہ کی جائے، عالم کسی کو اپنے علم سے سیراب کئے بغیر مر جائے یا علم میں جھوٹ کی آمیزش کر دی جائے۔“

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلم کو اپنے اسوہ عمل سے یہ بنیادی تعلیم اور تربیت عطا فرمائی کہ معلم کا کام اپنے شاگرد اور مخاطب کو پوری شیرخواہی، نیک نیتی اور اصلاح کے جذبے کے ساتھ تعلیم عطا کرنا ہے۔ معلم نہ تو چوب دار ہے، نہ لٹھ بردار۔ اس کا منصب اس امر کا حفاظی ہے کہ وہ محبت، شفقت اور نرمی کے ساتھ مخاطب و شاگرد کی ذہنی صلاحیت اور اس کے ماحول و مقتضیات کے مطابق حکمت اور موقعہ حسنہ کے ذریعے اسے زیور تعلیم سے آراستہ کرے۔ معلم کے سامنے اس کا تعلیمی نصب العین ”معرفت الہی“ اور ہدف ”رضائے الہی“ واضح ہونے چاہیں۔ جس کی بنیاد پر وہ اصلاح احوال، اصلاح ذات اور اصلاح معاشرہ کا منصب سرانجام دے۔ تعلیم دیتے ہوئے اجر و جزاء کی آس و امید کی بجائے بھرپور مشرقی جذبہ ہی اس کے پیش نظر رہنا چاہئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضع کردہ تعلیمی نظام میں عین درجات اختیار فرمائے۔ اولاً: عام لوگوں کی تعلیم، ثانیاً: خصوصی تعلیم و مختلف علوم میں مہارت (Specialization) ثالثاً: خواہن کی تعلیم۔ ان میں دائرہ اور دائرہ بالخصوص علوم و فنون کی تعلیم، جس میں تحریر و کتابت، تعلیم بالغاں، آلات حرب کی تیاری کا فن اور جنگی حکمت عملی کے طریقے، اخلاقیات، معاشرت، صحت و صفائی کے بنیادی نکات، طلبی و زرعی امور، چھوٹے بچوں کی نفسیات اور ان کی تعلیم و تدریس کے حوالے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلی تعلیمات و ہدایات کا ذکر کتب سیرت میں موجود ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترویج اور توسیع علم کے لئے جو معمول اپنایا ان میں جمعہ کے خطبات، مختلف نمازوں کے اوقات میں خصوصی و عمومی مجالس کا اہتمام، مکہ میں ”دارالرقم“ میں درس گاہ کی تشکیل اور مدینہ طیبہ میں ”صفہ“ کی درس گاہ کی تعمیر، مختلف قبائل اور علاقوں میں معلمین کا تقرر، مختلف قبائل کے آنے والے وفد کی خصوصی تعلیم کا اہتمام شامل تھا۔ یقیناً آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین، کامل اور مثالی معلم تھے۔ حضرت معویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ما رأیت معلماً قبلہ ولا بعدہ احسن تعلیماً منہ“ (میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین تعلیم دینے والا معلم نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان انقلابی اور دور رس تعلیمی نظریات و اقدامات کا نتیجہ تھا کہ عرب کی سرزمین جہاں اسلام سے پہلے صرف ۱۱

افراد معمولی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ایک بہت بڑا تعلیمی انقلاب دیکھتے ہی دیکھتے برپا ہوا، سینکڑوں لوگ قرآن و حدیث، فقہ و سیرت کے نہ صرف عالم بلکہ امام بن گئے۔ کاتبانِ وحی اور محررانِ مکاتب نبوی کے علاوہ خواندہ مردوں کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ ساتھ خوامین کا نمایاں طبقہ بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوا۔ قرونِ اولیٰ میں ۱۵۴۳ محدث خوامین کا تذکرہ کتبِ تاریخ میں موجود ہے۔ نبوی تعلیمی انقلاب کی داستانِ تاریخ کے ہزاروں نہیں، لاکھوں صفحات پر مرقوم ہے۔ دورِ نبوت میں روشن ہونے والی علم کی یہ شمع ۱۴۰۰ سال سے دنیا کے ہر علم و فن میں واضح اور اساسی تبدیلیاں لے کر آئی اور تعلیم کے معمولات و نظریات نبوی کو اسوہ عمل بنانے والے دنیا کی علمی ترقی و عروج، شعور و آگہی کا مرکز و محور اور تقلید کے لائق بنے۔ یہی اسوہ عمل آج کے ہی نہیں، ہر دور میں تعلیمی ترقی اور اس کے ذریعے زندگی کے ہر شعبہ میں درست راہ عمل کے تعین اور دنیا و آخرت میں فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ وائے افسوس! قومی و ملی سطح پر یہ فقط ہمارا عقیدہ ہی ہے۔ طرزِ عمل نہیں، دورِ جدید میں علم کی اہمیت سے کس کو انکار ہے؟ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ علم کی ترویج و اشاعت کو تعلیماتِ نبوی کے تابع بنایا جائے۔ علم کو کاروبار نہیں، جذبہ اور مشن سمجھا جائے، نسل کی تعلیم و تربیت اور تشکیلِ کردار کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ جب ہی حقیقی تعلیمی انقلاب اور خودِ خدا آشنا علم سے فیض یاب ہوا جاسکے گا اور تعلیماتِ نبوی پر عمل ممکن ہوگا۔

حوالہ جات

- (۱) المائدہ: ۲، (۲) یوسف: ۷۶، (۳) الانعام: ۸۰، (۴) الانعام: ۳، (۵) آل عمران: ۲۹، (۶) النور: ۱۸، (۷) المائدہ: ۵

سب پر بقیہ صفحہ 54 سے

کو بقیہ مال دینے کا فتویٰ دیا لیکن ان کی متاخرین نے بھی بیت المال کے منظم نہ ہونے کی وجہ سے عیسوی صدی ہجری کے بعد رو پر فتویٰ دیا اس لئے اب اس پر عملاً اجماع ہے۔ میں غامدی صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ خدا کے لئے اپنے آپ کو علمی بے راہ روی سے بچائیں۔ یہ راستہ آگے بہت پر خار بن جاتا ہے۔ اپنوں سے آدمی کٹ جاتا ہے، غیروں کا آدمی منظور نظر بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات شیطان کو اس کے ان حالات کے پیش نظر اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جہاں تک علمی خدمات کا تعلق ہے بلاشبہ یہ بہت مبارک کام ہے اگر عند اللہ قبولیت کا شرف پاسکے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ آدمی رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی حتی الامکان کوشش کرے اور پھر بھی ڈرتا رہے یعنی ڈر کے کام کرے اور کام کرتے کرتے ڈرتا رہے یہی ہمارے اسلاف کا ضیہ ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ غامدی صاحب کو رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو عقل سلیم کی دولت سے نوازے اور دل کی ہر قسم کی کجی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمن ثم آمن)

